خطبہ جمعہ

دعا ہی اصل عبادت ہے

رسول اللہ ﷺ جامع قسم کی دعاؤں کو پسند فرمایا کرتے تھے

دعا کی قبولیت بھی دعا ہی کی محتاج ہے۔ صدقات، دعا اور خیرات سے ردّ بلا ہوتا ہے۔

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیرالمومنین حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز - فرمودہ ۳۰/نومبر ۲۰۰۱ء بمطابق ۳۰/نبوت ۱۳۸۰ء ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله-

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم- بسم الله الرحمٰن الرحيم -

الحمدلله رب العٰلمين - الرحمٰن الرحيم - مٰلك يوم الدين - إياك نعبد و إياك نستعين -

اهدنا الصراط المستقيم - صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين-

رمضان کی مناسبت سے یہ آج کا خطبہ دعا سے متعلق ہے۔ مختلف قسم کی احادیث کی مدد سے اور آیات قرآنی کی مدد سے دعا کے مضمون پر ہی زور دیا جائے گا کیونکہ یہ دعاؤں کا مہینہ ہے۔

سورۃ الاعراف کی آیت ۵۶-۵۷ میں ہے ﴿اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً. اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ. وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا. اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ کہ اپنے ربّ کو عاجزی کے ساتھ اور مخفی طور پر پکارتے رہو۔ یقیناً وہ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اور زمین میں اس کی اصلاح کے بعد فساد نہ پھیلاؤ اور اُسے خوف اور طمع کے ساتھ پکارتے رہو۔ یقیناً اللہ کی رحمت احسان کرنے والوں کے قریب رہتی ہے۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ دعا ہی اصل عبادت ہے۔ (سنن ترمذی کتاب الدعوات)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جامع قسم کی دعاؤں کو پسند فرمایا کرتے تھے اور جو دعا جامع نہیں ہوتی تھی اس کو چھوڑ دیا کرتے تھے۔ (سنن ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ)

اب جامع سے مراد یہ ہے کہ جس بات میں دعا کی جائے اس کے ہر پہلو کو لیا جائے اور جو بھی دعا کی جائے کوشش کی جائے کہ اس کا کوئی پہلو باقی نہ رہے۔

حضرت حذیفہ بن الیمانؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم نے فرمایا: اُس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، تمہیں نیک باتوں کے حکم دینے اور بُری باتوں سے روکنے کا کام کرنا پڑے گا، ورنہ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی جناب سے تم پر کوئی سزا نازل فرمائے، پھر تم اُس سے دعائیں کرو گے مگر تمہاری دعائیں قبول نہ ہوں گی۔

(مسند احمد بن حنبل۔ باقی مسند الانصار)

اب یہ بہت ہی اہم حکم ہے "برائی سے روکنا اور نیک باتوں کا حکم دینا" اور یہ مومن کی بنیادی صفات میں سے ہے کہ وہ ایسا کرتا ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ زبردستی، جیسا کہ بعض مولویوں نے بنایا ہوا ہے کہ زبردستی روکو اور تلوار کے زور سے روکو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم ہمیشہ نیک باتوں کا حکم دیتے تھے اور بری باتوں سے روکتے تھے مگر کبھی تلوار کی سختی سے ایسا کام نہیں کیا۔ ہمیشہ ہی نصیحت کے ذریعہ اور حُسنِ نصیحت کے ذریعے اس کام کو کیا ہے۔ پس ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کی حدیثوں کا آپ کی سنت کے خلاف ترجمہ نہیں کرنا چاہئے۔

ایک مسلم کتاب الزہد والرقائق میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خود اپنے خلاف بددعا نہ کرو، اور نہ ہی اپنی اولاد کے خلاف بددعا کرو، نہ ہی اپنے مالوں کے خلاف بددعا کرو کیونکہ ایسا نہ ہو کہ (اس بددعا کے وقت) تمہیں وہ گھڑی میسر آجائے جس میں اللہ تعالیٰ سے اگر کچھ مانگا جائے تو وہ اُسے قبول فرماتا ہے۔

اب ویسے اپنے خلاف کون بددعائیں کرتا ہے لیکن بعض لوگوں کو یہ گندی عادتیں ہیں کہ اپنے خلاف، اپنے بیلوں کے خلاف جن کو وہ جوت رہے ہوتے ہیں ان کے خلاف بھی بددعائیں کر رہے ہوتے ہیں، اپنی اولاد کے خلاف بھی بڑے "غلطی سے" سخت سخت لفظ بول دیتے ہیں کہ تمہارا بیڑہ غرق ہو، یہ ہو، وہ ہو۔ تو یہ جان بوجھ کر تو نہیں کرتے مگر عادتاً کرتے ہیں مگر بعض اوقات دعا کی قبولیت کا وقت ہوتا ہے اور اس وقت اگر یہ اس قسم کی دعائیں کی جائیں تو وہ اپنے خلاف یا اپنی اولاد کے خلاف بھی قبول ہو جاتی ہیں۔ رمضان میں خصوصیت سے اپنی زبان پر اور دعاؤں پر قابو رکھنا چاہئے۔

ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ میں حضرت مالک بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ "جب تم اللہ تعالیٰ سے دعا کرو تو دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں سامنے پھیلا کر مانگو۔ ہاتھوں کو اُلٹا کر کے نہ مانگو"۔ (حضور ایدہ اللہ نے اپنے ہاتھ کی ہتھلیوں کو سامنے پھلا کر فرمایا کہ یوں مانگو جس طرح ہم مانگتے ہیں اور پھر ہاتھوں کو الٹا کرکے ناظرین کو سمجھاتے ہوئے فرمایا کہ) یوں نہ مانگو اور دعا کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم نے فرمایا دونوں ہاتھ اپنے چہرے پر پھیر لو۔ (سنن ابی داؤد۔ کتاب الصلوٰۃ) یہ ہمارے ہاں بھی یہی رواج ہے دعا کے بعد اپنے منہ کے اوپر ہاتھ پھیر لیتے ہیں۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"دعا سے وہ دعا مراد ہے جو بجمیع شرائط ہو اور تمام شرائط کو جمع کر دینا انسان کے اختیار میں نہیں جب تک توفیق ازلی یاور نہ ہو"۔ یعنی جب تک اللہ تعالیٰ توفیق نہ دے دعا کے تمام شرائط کو انسان پورا کر ہی نہیں سکتا۔ پس یہ بھی دعا ہی کا محتاج ہے کہ اللہ سے دعا کرتا رہے کہ ہمارے جتنی دعاؤں کے قبولیت کی شرائط ہیں ہمیں وہ پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ "اور یہ بھی یاد رہے کہ دعا کرنے میں صرف تضرع کافی نہیں ہے بلکہ تقویٰ اور طہارت اور راست گوئی اور کامل یقین اور کامل محبت اور کامل توجہ اور یہ کہ جو شخص اپنے لئے دعا کرتا ہے یا جس کے لئے دعا کی گئی ہے اس کی دنیا اور آخرت کے لئے اس بات کا حاصل ہونا خلافِ مصلحتِ الٰہی بھی نہ ہو"۔

اب محض رو کے دعا کرنا کافی نہیں ہے۔ بسا اوقات اگر سختی پڑی ہوئی ہو تو تضرع پیدا ہو جاتا ہے لیکن آنحضور ﷺ کی احادیث سے، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات سے پتہ چلتا ہے کہ تضرع وہی ہے جو بغیر تکلیف کے بھی ہو، کوئی بلا نہ پڑی ہو تب بھی دل میں ہمدردی ہو بنی نوع انسان کی اور ان کے لئے انسان تضرع سے دعائیں کرے۔ اور پھر دعا کو انسان یہ بھی نہیں سمجھتا کہ یہ دعا میرے لئے بہتر ہو گی کہ نہیں خلاف مصلحت الٰہی بھی نہ ہو یہ بھی انسان کی لاعلمی کا حصہ ہے اس لئے دعا ہمیشہ ایسی کرنی چاہئے جس میں اللہ تعالیٰ سے یہ گزارش ہو کہ اگر تیری مصلحت الٰہی اس دعا کو قبول کرنا چاہتی ہے تو قبول فرما لے ورنہ اسے ٹال کے کسی اور رنگ میں یہ دعا ہماری قبول ہو جائے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام لکھتے ہیں:

"بسا اوقات دعا میں شرائط تو سب جمع ہو جاتے ہیں مگر جس چیز کو مانگا گیا ہے وہ عند اللہ سائل کے لئے خلاف مصلحت الٰہی ہوتی ہے....."۔ یعنی بے وقوفی سے انسان اپنے لئے وہ چیز مانگتا ہے جو اس کے لئے بالآخر فائدہ مند نہیں ہو سکتی بلکہ نقصان پہنچا سکتی ہے۔ "مثلاً اگر کسی ماں کا پیارا بچہ بہت الحاح اور رونے سے یہ چاہے کہ وہ آگ کا ٹکڑا یا سانپ کا بچہ اس کے ہاتھ میں پکڑا دے یا ایک زہر جو بظاہر خوبصورت معلوم ہوتی ہے اس کو کھلا دے تو یہ سوال اس بچے کا ہرگز اس کی ماں پورا نہ کرے گی اور اگر

پورا کردیوے اور اتفاقاً بچہ کی جان بچ جاوے لیکن کوئی عضو اس کا بیکار ہو جاوے تو بلوغ کے بعد وہ بچہ اپنی اس احمق والدہ کا سخت شاکی ہو گا اور بجز اس کے اور بھی کئی شرائط ہیں کہ جب تک وہ تمام جمع نہ ہوں اس وقت تک دعا کو دعا نہیں کہہ سکتے۔ اور جب تک کسی دعا میں پوری روحانیت داخل نہ ہو اور جس کے لئے دعا کی گئی ہے اور جو دعا کرتا ہے ان میں استعداد قدسیہ پیدا نہ ہو تب تک توقع اثر دعا امید موہوم ہے۔ اور جب تک ارادۂ الٰہی قبولیت دعا کے متعلق نہیں ہوتا تب تک یہ تمام شرائط جمع نہیں ہوتیں اور ہمتیں پوری توجہ سے قاصر رہتی ہیں"۔

(برکات الدعا۔ روحانی خزائن جلد ۶ صفحہ ۱۳، ۱۴)

پس برکات الدعا میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تحریر فرمایا ہے جو ایک عام انسان کے لئے سمجھنا بہت مشکل مضمون ہے۔ لیکن تان اس بات پر ہی ٹوٹتی ہے کہ دعا کی قبولیت بھی دعا پر ہی منتج اور دعا ہی کی محتاج ہے اور دعا کرتے رہنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ایسی دعاؤں کی توفیق عطا فرمائے جو اس کے نزدیک ہماری بقا کے لئے، ہماری آخرت کے لئے بہتر ہوں۔ اور ان دعاؤں سے محفوظ رکھے جو ہمارے لئے بدنتائج ظاہر کرنے والی ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ ہماری دعاؤں میں اثر پیدا کرے، وہ اثر جو قبولیت کے لئے ضروری ہوا کرتا ہے۔ پس دعا کا علاج بھی دعا ہی سے ہو سکتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس مسئلے کو اٹھاتے ہیں کہ قضاو قدر بھی مقرر ہے اور پھر دعا بھی ہے تو یہ فرق کیا ہے ان دونوں باتوں میں:۔ "یہ بات یاد رہے کہ اگرچہ قضاو قدر میں سب کچھ مقرر ہو چکا ہے مگر قضاو قدر نے علوم کو ضائع نہیں کیا سو جیسا کہ باوجود تسلیم مسئلہ قضاو قدر کے ہر ایک کو علمی تجارب کے ذریعہ سے ماننا پڑتا ہے کہ بے شک دواؤں میں خواص پوشیدہ ہیں اور اگر مرض کے مناسب حال کوئی دوا استعمال ہو تو خداتعالیٰ کے فضل و کرم سے بے شک مریض کو فائدہ ہوتا ہے"۔

اب قضاء و قدر کا جہاں تک مسئلہ ہے وہ اس طرح اس معاملے میں تعلق رکھتا ہے کہ بسا اوقات دوا تو صحیح موجود ہوتی ہے، ڈاکٹر کے دماغ میں نہیں آرہی ہوتی۔ بیماری کی تشخیص ہی صحیح نہیں کر سکتا۔ دوائیں اَور دے رہا ہے بیماری اَور ہے۔ تو دواؤں میں اثر بھی تو اللہ تعالیٰ نے رکھا ہوا ہے مگر صحیح دوا کا برموقعہ مل جانا یہ بھی تو ایک خدا کا فضل ہے۔ اور کئی دفعہ تشخیص بھی صحیح ہو جائے، دوا بھی میسر، دعا بھی صحیح پتہ لگ جائے کون سی ہے (مگر) وہ میسر نہیں ہوتی۔ کئی دفعہ ڈاک میں خط آتے ہیں امریکہ وغیرہ سے کہ آپ نے جو دوائی تجویز کی تھی وہ دوا ہمیں کہیں نہیں ملی۔ تو پیشتر اس سے کہ دوا ان تک پہنچے وہ اس حالت میں جان بھی دے سکتے ہیں۔ تو بہر حال یہ دعا کا مضمون بہت پیچیدہ ہے۔ قضاو قدر کے خلاف نہیں بلکہ قضاو قدر کے اندر ہی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام لکھتے ہیں: "سو ایسا ہی علمی تجارب کے ذریعہ سے ہر ایک عارف کو ماننا پڑتا ہے کہ دعا کا قبولیت کے ساتھ ایک رشتہ ہے۔ ہم اس راز کو معقولی طور پر دوسروں کے دلوں میں بٹھا سکیں یا نہ بٹھا سکیں مگر کروڑہا راستبازوں کے تجارب نے اور خود ہمارے تجربے نے اس مخفی حقیقت کو ہمیں دکھلا دیا ہے کہ ہمارا دعا کرنا ایک قوت مقناطیسی رکھتا ہے اور فضل اور رحمت الٰہی کو اپنی طرف کھینچتا ہے"۔ (ایام الصلح، روحانی خزائن جلد ۱۴ صفحہ ۲۴۰، ۲۴۱)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: "لوگ اس نعمت سے بے خبر ہیں کہ صدقات، دعا اور خیرات سے ردِّ بلا ہوتا ہے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو انسان زندہ ہی مر جاتا، مصائب اور مشکلات کے وقت کوئی امید اس کے لئے تسلی بخش نہ ہوتی۔ مگر نہیں، اسی نے ﴿لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ﴾ فرمایا ہے۔ لَا یُخْلِفُ الْوَعِیْد نہیں فرمایا"۔ اب ان دونوں باتوں میں فرق یہ ہے کہ ﴿لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ﴾ سے مراد یہ ہے جو کسی کے حق میں سچا وعدہ کیا گیا ہو وہ کبھی نہیں ٹلا کرتا۔ لَا یُخْلِفُ الْوَعِیْد کا مطلب ہے کسی کو تنبیہ کے طور پر ایک انذار کا وعدہ کیا گیا ہو کہ تم پر یہ تباہی آئے گی، یہ بلا پڑے گی، اس کو وعید کہا جاتا ہے۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ نکتہ اٹھایا ہے کہ خدا نے ﴿لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ﴾ فرمایا ہے لَا یُخْلِفُ الْوَعِیْد نہیں فرمایا۔ قرآن کریم میں کہیں لَا یُخْلِفُ الْوَعِیْد آپ کو نہیں ملے گا۔ "اللہ تعالیٰ کے وعید معلق ہوتے ہیں جو دعا اور صدقات سے بدل جاتے ہیں اس کی بے انتہا نظیریں موجود ہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو انسان کی فطرت میں مصیبت اور بلا کے وقت دعا اور صدقات کی طرف رجوع کرنے کا جوش ہی نہ ہوتا۔ جس قدر راستباز اور نبی دنیا میں آئے ہیں خواہ وہ کسی ملک اور قوم میں آئے ہوں مگر یہ بات ان سب کی تعلیم میں یکساں ملتی ہے کہ انہوں نے صدقات اور خیرات کی تعلیم دی۔ اگر خداتعالیٰ تقدیر کے محو اور اثبات پر قادر نہیں تو پھر یہ ساری تعلیم فضول ٹھہر جاتی ہے اور پھر ماننا پڑے گا کہ دعا کچھ نہیں اور ایسا کہنا ایک عظیم الشان صداقت کا خون کرنا ہے۔ اسلام کی صداقت اور حقیقت دعا ہی کے نکتہ کے نیچے مخفی ہے کیونکہ اگر دعا نہیں تو نماز بے فائدہ، زکوٰۃ بے سود اور اسی طرح سب اعمال معاذاللہ لغو ٹھہرتے ہیں"۔

(ملفوظات جلد سوم صفحہ ۲۰۱۔۲۰۲، جدید ایڈیشن)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں "نابینائی کی دو قسمیں ہیں ایک آنکھوں کی نابینائی ہے اور دوسری دل کی۔ آنکھوں کی نابینائی کا اثر ایمان پر کچھ نہیں ہوتا" بلکہ بڑے بڑے صاحبِ ایمان لوگ نابینا تھے۔ غیر معمولی ان کو اللہ تعالیٰ نے روحانیت عطا کی تھی مگر ظاہری آنکھوں کی بینائی نہیں تھی۔ "مگر دل کی نابینائی کا اثر ایمان پر پڑتا ہے اس لئے یہ ضروری اور بہت ضروری ہے کہ ہر ایک شخص اللہ تعالیٰ سے پورے تذلل اور انکسار کے ساتھ ہر وقت دعا مانگتا رہے کہ وہ اسے سچی معرفت اور حقیقی بصیرت اور بینائی عطا کرے اور شیطان کے وساوس سے محفوظ رکھے"۔

(رپورٹ جلسہ سالانہ ۱۸۹۷ء صفحہ ۶۳)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام چشمۂ معرفت میں لکھتے ہیں "قرآن شریف کی معجزانہ تاثیرات سے ایک یہ بھی ہے کہ اس کی کامل پیروی کرنے والے درجہ قبولیت کا پاتے ہیں اور ان کی دعائیں قبول ہو کر خداتعالیٰ اپنے کلام لذیذ اور پر رعب کے ذریعہ سے ان کو اطلاع دیتا ہے اور خاص طور پر دشمنوں کے مقابل پر انکی مدد کرتا ہے اور تائید کے طور پر اپنے غیب سے خاص طور پر ان کو مطلع فرماتا ہے۔" (چشمئہ معرفت صفھہ ۲۵۹، حاشیہ)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔ "قرآنِ شریف کے تیس (۳۰) سپارے ہیں اور وہ سب کے سب نصائح سے لبریز ہیں لیکن ہر شخص نہیں جانتا کہ ان میں سے وہ نصیحت کون سی ہے جس پر اگر مضبوط ہو جاوے اور اس پر پورا عمل درآمد کریں تو قرآنِ کریم کے سارے احکام پر چلنے اور ساری منہیات سے بچنے کی توفیق مل جاتی ہے۔ مگر میں تمہیں بتاتا ہوں کہ وہ کلید اور قوت دعا ہے۔ دعا کو مضبوطی سے پکڑلو۔ میں یقین رکھتا ہوں اور اپنے تجربے سے کہتا ہوں کہ پھر اللہ تعالیٰ ساری مشکلات کو آسان کردے گا۔" (الحکم ۲۴/ستمبر ۱۹۰۴ء جلد ۸، نمبر ۳۲ صفحہ ۴)

سورۃ الانبیاء ۷۷ تا ۷۸۔ ﴿وَ نُوْحًا اِذْ نَادٰی مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَنَجَّیْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِیْمِ. وَنَصَرْنٰهُ مِنَ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا. اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِیْنَ﴾۔ اور نوح (کا بھی ذکر کر) جب قبل ازیں اُس نے پکارا تو ہم نے اسے اس کی پکار کا جواب دیا اور اسے اور اسکے اہل کو ایک بڑی بے چینی سے نجات بخشی۔ اور ہم نے اُس کی اُن لوگوں کے مقابل مدد کی جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلا دیا تھا۔ یقیناً وہ ایک بڑی بدی میں مبتلا لوگ تھے پس ہم نے ان سب کو غرق کردیا۔

یہ بھی حضرت نوحؑ کی دعا ہی کا نتیجہ تھا کہ اتنے بڑے طوفان اور بلا سے محفوظ رکھا اور ان سب کو جو آپ کے مخالف تھے غرق کردیا حتیٰ کہ آپ کا بیٹا بھی جو نااہل تھا وہ بھی غرق ہو گیا اور اس کو بھی خداتعالیٰ نے اس عذاب سے بچایا نہیں۔ حضرت نوحؑ نے گھبرا کر یہ سمجھا کہ مجھے یہ خوشخبری تھی کہ جو میرے اہل ہیں وہ سب بچائے جائیں گے تو بیٹا بھی میرا اہل ہے لیکن وہ یہ بات نہ سمجھ سکے کہ ناخلف اہل تھا اور جب اہل کہا جاتا ہے تو مراد یہ ہے کہ سچے معنوں میں وہ اہل ہو۔ اور نبی کا بیٹا بھی اگر ناخلف ہو گا تو وہ نااہل ہو گا۔

﴿وَاَیُّوْبَ اِذْ نَادٰی رَبَّهٗ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ. فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ وَّاٰتَیْنٰهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَذِكْرٰی لِلْعٰبِدِیْنَ﴾۔ (سورۃ الانبیاء ۸۴، ۸۵) اور ایوب (کا بھی ذکر کر) جب اس نے اپنے ربّ کو پکارا کہ مجھے سخت اذیت پہنچی ہے اور تُو رحم کرنے والوں میں سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔ پس ہم نے اس کی دعا قبول کرلی اور اس کو جو بھی تکلیف تھی اسے دور کردیا۔ اور ہم نے اُسے اُس کے گھر والے عطا کردیئے اور ان کے ساتھ اور بھی اُن جیسے دیئے جو ہماری طرف سے ایک رحمت کے طور پر تھا اور نصیحت تھی عابدوں کے لئے۔

حضرت ایوبؑ کے متعلق بائبل میں عجیب و غریب قصہ لکھا ہوا ہے جو قرآن کریم قبول نہیں

کرتا۔ قرآن کریم نے اس قصے کی تفصیل کو ہرگز کہیں بیان نہیں کیا۔ کہا جاتا ہے کہ شیطان نے خدا تعالیٰ سے کہا تھا کہ تُو کہتا ہے میرا بندہ ایوب بہت صبر والا ہے تو مجھے کچھ دیر کے لئے اس پر تسلط دے دے۔ تو ایسی خوفناک بیماری آپ کو لگی جیسے کوڑھی ہوتے ہیں اور ان کو گاؤں کی رُوڑی پر جا کے پھینک دیا اور بیوی نے بھی احتراز کیا اور سارے رشتہ داروں نے توبہ کرلی کہ حضرت ایوبؑ اکیلے پڑے رہیں۔ یہ سب غلط باتیں ہیں، یہ بائبل کے قصے ہیں، قرآن ان کو قبول نہیں کرتا۔ حضرت ایوبؑ کے صبر کو ضرور مثال بناتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کئی قسم کی تکلیفوں اور دکھوں پہ آپ نے صبر کیا تھا جس کی وجہ سے وقتی طور پر اہل و عیال الگ ہوگئے تھے مگر خدا تعالیٰ نے فضل فرمایا تو نہ صرف اہل واپس آئے بلکہ اور بھی عزیز اقرباء اور دُور دُور کے لوگ سبھی آپ کی محبت میں مبتلا ہوگئے۔ تو اس کا ذکر ہے جو قرآن کریم نے فرمایا ہے اور یہ محض ان کی دعا کے نتیجہ میں تھا۔

﴿وَزَكَرِيَّا اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ رَبِّ لَا تَذَرْنِىْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ. فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَ وَهَبْنَا لَهٗ يَحْيٰى وَاَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ . اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِى الْخَيْرٰتِ وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّ رَهَبًا. وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ﴾(الانبیاء :۹۰، ۹۱)۔ اور زکریا (کا بھی ذکر کر) جب اس نے اپنے ربّ کو پکارا کہ اے میرے ربّ! مجھے اکیلا نہ چھوڑ اور تُو سب وارثوں سے بہتر ہے۔ پس ہم نے اس کی دعا کو قبول کیا اور اسے یحیٰ عطا کیا اور ہم نے اس کی بیوی کو اس کی خاطر تندرست کر دیا۔ یقیناً وہ نیکیوں میں بہت بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے تھے اور ہمیں چاہت اور خوف سے پکارا کرتے تھے اور ہمارے سامنے عاجزی سے جھکنے والے تھے۔

پس حضرت زکریا کا قصہ جو ہے وہ بھی عظیم الشان ہے۔ اس میں ایک تاریخی حقیقت ہے کہ حضرت زکریا کو بڑی عمر میں اولاد ہوئی جبکہ بیوی بھی بانجھ تھی اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اولاد ہوئی۔ یہ اس کہنے کی باتیں ہونگی لوگوں کے لئے جو پرانے زمانے کی باتوں کو حکایت سمجھتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں ہم نے خود یہ دیکھا ہے کہ آپ کو دعا کے لئے لکھا گیا اور دعا کے لئے یہ تھا کہ مجھے خدا اولاد عطا کرے اور اسی بیوی سے ہو جو بانجھ ہے۔ اب یہ عجیب و غریب دعا تھی مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہ صرف دعا کی بلکہ لکھ دیا کہ بیٹا عطا کرے گا۔ عبدالحق صاحب جن کی اولاد اب زندہ ہے اللہ کے فضل کے ساتھ اور مجھے چند دن ہوئے ان کی ایک بیٹی ملنے بھی آئی تھیں۔ یہ وہی عبدالحق صاحب ہیں۔ بڑی بیوی سے بیٹا ملا جو بانجھ تھی۔ تو آپ پرانے زمانے کے قصوں کو قصہ نہ سمجھو۔ جو قرآن کریم نے فرمایا ہے کہ اس کو ٹھیک کر دیا اور اس کی بیوی کو بھی ٹھیک کر دیا، بالکل درست فرمایا ہے۔ اس زمانے میں بھی تو وہی خدا ہے، وہ ایسے فعل کرتا ہے۔ چنانچہ اُن کا ایمان دیکھیں کہ بیٹا پیدا ہوتے ہی وہ گھوڑے پر سوار ہو کر کچھ دُور اپنے سسرال کو دکھانے کے لئے لے گئے اسی طرح ننگے کو ہی اور سردی کا مہینہ تھا۔ لوگوں نے روکا کہ مار دو گے بچہ۔ ایک ہی تو بیٹا ہوا ہے قسمت سے۔ تو وہ ہنس پڑے کہ یہ بیٹا نہیں مرتا۔ یہ تو خدا نے مجھے دیا ہے۔ ناممکن ہے کہ یہ مر جائے۔ چنانچہ اسی حالت میں وہ اسے سسرال لے گئے ان کو دکھایا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے آج ان کی اولاد دنیا میں زندہ موجود ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ’’اے خدا مجھے اکیلا مت چھوڑ اور تُو سب سے بہتر وارث ہے۔‘‘ (تحفۃالندوہ۔ صفحہ ۵) یعنی ’’مجھے اکیلا مت چھوڑ اور تُو خیر الوارثین ہے۔‘‘ (ازالہ اوہام۔ حصہ اوّل۔ صفحہ ۱۹۶) ’’یعنی مجھے اکیلا مت چھوڑ اور ایک جماعت بنادے۔‘‘ (الحکم جلد ۱۱۔ نمبر ۳۔ بتاریخ ۲۴؍جنوری ۱۹۰۷ء۔ صفحہ ۹)۔ ﴿لَا تَذَرْنِى فَرْدًا......﴾ میں ایک یہ دعا بھی شامل تھی جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پہچان لی اور یہ نکتہ نمایاں کر دیا کہ اکیلا مت چھوڑ سے مراد ضروری نہیں ہے کہ صرف اولاد ہی پھیلے۔ مراد یہ ہے کہ ایک بڑی جماعت بنادے میں اکیلا نہ رہوں۔ اور اب دیکھ لو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کروڑہا کروڑ کی جماعت عطا ہوئی ہے خدا نے اس دعا کو سن لیا ہے۔

﴿وَذَاالنُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَعَلَيْهِ فَنَادٰى فِى الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآاِلٰهَ اِلَّآاَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّى كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ.فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذٰلِكَ نُنْجِى الْمُؤْمِنِيْنَ﴾(الانبیاء:۸۸، ۸۹)۔ اور مچھلی والے (کا بھی ذکر کر) جب وہ غصے سے بھرا ہوا چلا اور اُس نے گمان کیا کہ ہم اُس پر گرفت نہیں کریں گے۔ پس اندھیروں میں گھرے ہوئے اُس نے پکارا کہ کوئی معبود نہیں تیرے سوا۔ تُو پاک ہے۔ یقیناً میں ہی ظالموں میں سے تھا۔ پس ہم نے اس کی دعا قبول کرلی اور اُسے غم سے نجات بخشی اور اسی طرح ہم ایمان لانے والوں کو نجات دیا کرتے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ فرماتے ہیں:

’’حضرت یونسؑ کی دعا بھی اپنے اندر بہت سے اسرار رکھتی ہے۔ وہ یہ ہے لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ۔ پہلے لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سے مسئول کی تعریف کی ہے۔ اور اسے مبدء تمام فیوضات کا اور اپنی ذات میں کامل اور صمد قبول کیا اور اِلَّآ اَنْتَ سے اس پر بہت زور دیا وَ اِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗ اِلَّا هُوَ (انعام:۱۸) ’’اگر تجھے اللہ کسی تکلیف میں ڈالے تو اُس کا دُور کرنے والا بھی اُس کے سوا کوئی نہیں‘‘ کے ماتحت دُکھ درد دُور کرنے والا اللہ ہی کو مانا اور اُسے تمام نقصوں سے منزہ اور تمام عیبوں سے مبرا جانا۔ (تشحیذالاذہان۔ جلد ۸۔ نمبر ۱۔ صفحہ ۳۷)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

’’اور صاحبِ تفسیر کبیر اپنی تفسیر کے صفحہ ۱۶۴ میں لکھتے ہیں اِنَّ ذَنْبَهٗ يَعْنِىْ ذَنْبَ يُوْنُسَ كَانَ لِاَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى وَعَدَهٗ اِنْزَالَ الْاِهْلَاكِ بِقَوْمِهِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْهُ فَظَنَّ اَنَّهٗ نَازِلٌ لَّامُحَالَةَ فَلِاَجْلِ هٰذَا الظَّنِّ لَمْ يَصْبِرْ عَلٰى دُعَآئِهٖ فَكَانَ الْوَاجِبُ عَلَيْهِ اَنْ يَّسْتَمِرَّ عَلَى الدُّعَآءِ لِجَوَازِ اَنْ لَّا يُهْلِكَهُمُ اللّٰهُ بِالْعَذَابِ یعنی یونس کا یہ گناہ تھا کہ اُس کو خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ وعدہ ملا تھا کہ اس کی قوم پر ہلاکت نازل ہوگی کیونکہ انہوں نے تکذیب کی۔ پس یونس نے سمجھ لیا کہ یہ عذابِ موت قطعی اور اٹل ہے اور ضرور نازل ہوگا۔ اسی ظنّ سے وہ دعاءِ ہدایت پر صبر نہ کر سکا اور واجب تھا کہ دعا ہدایت کی کئے جاتا کیونکہ جائز تھا کہ خدا دعاءِ ہدایت قبول کرے اور ہلاک نہ کرے۔ اب...... کیسی صفائی سے ثابت ہوگیا کہ یونس نبی وعدہ اہلاک کو قطعی سمجھتا تھا اور یہی اس کے ابتلاء کا موجب ہوا کہ تاریخِ موت ٹل گئی۔‘‘ (انوار الاسلام۔ اشتہار انعامی چار ہزار روپیہ۔ صفحہ ۱۲ تا ۱۴)

اب یہ بنیادی مسئلہ ہے کہ وعید تو ٹل جایا کرتی ہے اور جو خدا کسی کے حق میں وعدہ کرتا ہے جیسا کہ فرمایا ﴿كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِىْ﴾ کبھی بھی خدا تعالیٰ نے اس وعدہ کو ٹالا نہیں مگر انذار ٹال دیا کرتا ہے۔ حضرت یونسؑ کی قوم کی گریہ وزاری کا حال یہ تھا کہ ان کو حضرت یونس کے جانے کے بعد احساس ہوا کہ یہ سچا شخص تھا اور یہ عذاب ضرور آئے گا۔ چنانچہ ان لوگوں نے اپنے دودھ پیتے بچوں کے دودھ چھڑا کر ماؤں کے ساتھ جنگل کو چل پڑے اور بھیڑ بکریوں کے بھی دودھ چھڑا کر بچوں کے ان بکریوں کو یا بچوں کو لے کر اکیلے میدان، جنگل میں چلے گئے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ان بچوں اور ماؤں کے رونے پیٹنے سے ایسا دردناک منظر پیدا ہوا کہ ساری قوم نے چیخم چہاڑ مچا دیا کہ اے خدا ہمیں معاف کردے۔ پس اللہ تعالیٰ نے جو مضطر کی دعا کو قبول کرتا ہے ان کی دعا قبول فرمالی اور حضرت یونسؑ کے متعلق آتا ہے کہ وہ تین دن تک باہر، شہر سے بہت دور بیٹھے ہوئے تھے اور مسافر جو شہر کی طرف سے آتے تھے ان سے پوچھا کرتے تھے بتاؤ کوئی عذاب ہوا کہ نہیں۔ جب تین دن تک کسی عذاب کی خبر نہیں ملی حالانکہ تین دن کا ان کا وعید تھا کہ تین دن میں عذاب آئے گا تو اس پر حضرت یونسؑ مغاضباً ہوگئے، بہت غضبناک ہوئے اور غضب کی وجہ نفس کی کمزوری تھی کہ وہ سمجھتے تھے کہ اللہ نے میرا وعدہ پورا نہ کر کے مجھے قوم کے سامنے ذلیل کر دیا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام لکھتے ہیں:

’’..... یہ بھی خیال گزرا کہ میری بات پوری کیوں نہ ہوئی پس یہی مغاضبت کی حالت تھی۔ اس سے ایک سبق ملتا ہے کہ تقدیر کو اللہ بدل دیتا ہے اور رونا دھونا اور صدقات فرد قراردادِ جرم کو بھی ردّی کر دیتے ہیں۔ اصول خیرات کا اِسی سے نکلا ہے۔ یہ طریق اللہ کو راضی کرنے کے ہیں۔ علمِ تعبیر الرؤیا میں مال کلیجہ ہوتا ہے اس لئے خیرات کرنا جان دینا ہوتا ہے۔ انسان خیرات کرتے وقت کس قدر صدق و ثبات دکھاتا ہے اور اصل بات تو یہ ہے کہ صرف قیل و قال سے کچھ نہیں بنتا جب تک کہ عملی رنگ میں لا کر کسی بات کو نہ دکھایا جاوے۔ صدقہ اس کو اِسی لئے کہتے ہیں کہ صادقوں پر نشان کر دیتا ہے۔ حضرت یونسؑ کے حالات میں دُرّ منثور میں لکھا ہے کہ آپؑ نے کہا کہ مجھے پہلے ہی معلوم تھا کہ جب تیرے سامنے کوئی آوے گا، تجھے رحم آجائے گا۔ ؎ ایں مُشت خاک را گر نہ بخشم چہ کُنم۔ (الحکم جلد ۲۔ نمبر ۲۔ بتاریخ ۶؍مارچ ۱۸۹۸ء۔ صفحہ ۲)

اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ حدیث ہے لیکن اس حدیث کی کوئی روایت محفوظ نہیں ہے۔ صرف حدیث کے طور پر مشہور ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جو فارسی میں گفتگو فرمائی ہے اس میں سے

ایک یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ گویا کہتا ہے این مشت خاک را، اس مٹی کی مٹھی کو اگر میں بخش نہ دوں تو چہ کنم کیا کروں۔ آخر مٹی کی ایک مٹھی ہے اس سے تو غلطیاں ہوتی تھیں۔

سورۃ النمل آیت ۶۳: ﴿اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَیَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَیَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ قَلِیْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ﴾۔ یا (پھر) وہ کون ہے جو بے قرار کی دعا قبول کرتا ہے جب وہ اسے پکارے اور تکلیف دور کر دیتا ہے اور تمہیں زمین کے وارث بناتا ہے۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی (اور) معبود ہے؟ بہت کم ہے جو تم نصیحت پکڑتے ہو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس کو یہ بات پسند ہو کہ اللہ تعالیٰ تکالیف اور دکھ کے وقت اس کی دعا کو قبول کرے تو اسے چاہئے کہ وہ آرام و آسائش کے دنوں میں بکثرت دعائیں کرے (ترمذی۔ کتاب الدعوات)۔ پس یہ وہ حدیث ہے جس کا حوالہ میں نے پہلے خطبہ کے دوران دیا تھا کہ عموماً لوگ اس وقت دعا کرتے ہیں جب کوئی مصیبت آ ہی پڑتی ہے اور اس وقت مشکل ہوتا ہے بعض دفعہ وہ مصیبت ٹل بھی نہیں سکتی۔ جب پورا سکون ہو، خدا تعالیٰ کی نعمتیں میسر ہوں، کوئی ابتلا نہ ہو اس وقت اگر درد دل سے دعا کی جائے کہ اللہ تعالیٰ ابتلا سے محفوظ رکھے تو یہ دعائیں یقیناً مقبول ہوتی ہیں۔ پس اس بات کی عادت ڈالیں کہ بلاؤں سے پہلے ہی بلاؤں سے محفوظ رہنے کی دعائیں کریں۔

ایک اور حدیث ہے مسند احمد بن حنبل کی۔ حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو یہ چاہتا ہے کہ اس کی دعا قبول کی جائے، یا یہ چاہتا ہے کہ اس کی تکلیف دور ہو جائے تو وہ تنگدستوں کے لئے کشائش پیدا کرے۔ (مسند احمدبن حنبل جلد نمبر ۲ صفحہ ۲۳، مطبوعہ بیروت) یعنی غریبوں کی مدد کرنے سے اس کی تکلیف دُور ہو جاتی ہے اور یہ تو ایسا مجرب نسخہ ہے کہ تمام دنیا کے صلحاء جانتے ہیں کہ جب بھی غریبوں کی مدد کوئی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی مدد فرماتا ہے اور اس کے کئی قسم کے مصائب اور مشکلات ٹل جاتے ہیں۔

حضرت خبابؓ بن الاَرَت سے مروی ہے کہ آپ نے ایک بار رسول اللہ ﷺ کو ساری رات نماز پڑھتے ہوئے دیکھا یہاں تک کہ فجر کے قریب وقت ہو گیا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے سلام پھیرا تو خبابؓ آپؐ کے پاس آئے اور عرض کیا: "یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں۔ آج رات آپؐ نے ایسی نماز پڑھی ہے کہ میں نے آپؐ کو کبھی بھی ایسی نماز پڑھتے نہیں دیکھا"۔ معلوم ہوتا ہے یہ آپ نے نماز مسجد میں پڑھی ہے جہاں دوسرے صحابہ کا آنا جانا بھی رہتا تھا اور کئی صحابہ کو عادت تھی کہ وہ بھی راتیں جاگ کر گزارتے تھے۔ "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ یہ خوف و رجاء کی نماز تھی۔ میں نے اپنے ربّ عزوجل سے اس نماز میں تین دعائیں مانگی تھیں جن میں سے دو تو اس نے قبول فرمالیں مگر ایک دعا قبول نہیں فرمائی۔ میں نے اپنے ربّ عزوجل سے ایک تو یہ دعا مانگی تھی کہ وہ ہمیں ان چیزوں کی وجہ سے ہلاک نہ کردے جن کی وجہ سے اُس نے ہم سے پہلی اُمتوں کو ہلاک کیا۔ چنانچہ اُس نے یہ دعا قبول کرلی۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے صحابہ نے ہر اس چیز سے توبہ کی جس گناہ سے پہلے لوگوں نے پوری طرح توبہ نہ کی اور ہلاک ہو گئے اور صحابہ سب کے سب بچائے گئے۔ تو یہ دعا جو تھی پہلے لوگوں کے مقابل پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے صحابہ کا صدق بہت زیادہ بڑھا ہوا تھا۔ کوئی نسبت ہی نہیں پہلے نبیوں کے ماننے والوں اور رسول اللہ ﷺ کے ماننے والوں کی۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول کرلی۔

"چنانچہ دوسرے میں نے اپنے ربّ عزوجل سے یہ دعا کی تھی کہ وہ ہم پر باہر کے دشمن غالب نہ آنے دے"۔ اب یہ دیکھ لو کہ ہرگز باہر کے دشمنوں کو خدا تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ پر غالب نہیں ہونے دیا۔ کسی موقعہ پر، کسی غزوہ کے موقع پر۔ ایک واقعہ بھی نہیں ہے کہ باہر کا دشمن آنحضرت ﷺ پر اور آپؐ کے صحابہ پر غالب ہوا ہو۔ "چنانچہ اُس نے یہ دعا بھی قبول فرمائی۔ اور تیسرے میں نے اپنے ربّ سے یہ دعا کی تھی کہ وہ ہمیں گروہ در گروہ نہ ہونے دے، مگر اُس نے یہ التجا نہ مانی"۔ (نسائی۔ کتاب قیام الیل)

یعنی ہمیں فرقہ بازی سے بچائے رکھ۔ تو ہمیں افسوس ہے کہ یہ جو فرقہ بازی نظر آتی ہے۔ یہ وہ دعا تھی جو رسول اللہ ﷺ کی خدا تعالیٰ نے قبول نہ فرمائی کیونکہ یہ تمام انبیاء کے بعد ان کی قومیں فرقہ در فرقہ ہوتی رہی ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی امت کو بھی اس سے مستثنیٰ نہیں رکھا گیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ لکھتے ہیں: "کون ہے جو بیچارے کی آواز سنتا ہے جب وہ اسے پکارتا ہے، وہ اس کے دکھوں کو دُور کرتا ہے اور تمہیں زمین پر دوسروں کے جانشین بناتا ہے۔ بتاؤ کوئی اور معبود اللہ کے ساتھ ہے؟ تم نصیحت کو بہت ہی کم قبول کرتے ہو۔ ایمان کی معرفت سے جو لوگ محروم ہیں وہ بھی دراصل دعاؤں سے بے خبر ہیں۔ ﴿اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ﴾ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ لوگ اضطراب سے، تڑپ سے حق طلبی کی نیت سے تقوےٰ کے ساتھ دعائیں کرتے کہ الٰہی اس زمانہ میں کون تیرا مامور ہے تو میں یقین نہیں کرسکتا کہ انہیں خدا تعالیٰ ضائع کرتا"۔

(حقائق الزمان جلد سوم صفحہ ۲۹۸)

اب امام کی نسبت سے مراد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ اگر وہ لوگ دعائیں کرتے جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی کئی جگہ دشمنوں کو، مقابل کو ہدایت دی تھی کہ تم کھڑے ہو جاؤ، دعائیں کرو۔ قرآن کریم میں بھی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے دشمنوں کو رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق یہ فرمایا تم دو دو، تین تین، اکٹھے ہو کر، کھڑے ہو کر دعائیں کرو اور خدا تعالیٰ سے پوچھو کہ یہ سچا ہے کہ جھوٹا ہے تو اللہ تعالیٰ یقیناً بتادے گا کہ وہ سچا ہے۔ پس دعا کے ذریعہ ہدایت ملنے کے بے شمار واقعات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں بھی ملتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک تحریر ہے: "خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں ایک جگہ پر اپنی شناخت کی یہ علامت ٹھہرائی کہ تمہارا خدا وہ خدا ہے جو بے قراروں کی دعا سنتا ہے جیسا کہ فرماتا ہے ﴿اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ﴾۔ پھر جبکہ خدا تعالیٰ نے دعا کی قبولیت اپنی ہستی کی علامت ٹھہرائی ہے تو پھر کس طرح کوئی عقل اور حیا والا یہ گمان کرسکتا ہے کہ دعا کرنے پر کوئی آثار صریحہ اجابت کے مترتب نہیں ہوتے اور محض ایک رسمی امر ہے جس میں کچھ بھی روحانیت نہیں۔ میرے خیال میں ہے کہ ایسی بے ادبی کوئی سچے ایمان والا ہرگز نہیں کرے گا جبکہ اللہ جلشانہ فرماتا ہے کہ جس طرح زمین و آسمان کی صفت پر غور کرنے والے سے سچا خدا پہچانا جاتا ہے اسی طرح سے دعا کی قبولیت کو دیکھنے سے خدا تعالیٰ پر یقین آتا ہے"۔

(ایام الصلح، روحانی خزائن جلد ۱۴ صفحہ ۲۶۰)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: "اگر خدا تعالیٰ کے اس رسول اور اس نشان سے کسی کو انکار ہو اور خیال ہو کہ فقط رسمی نمازوں اور دعاؤں سے یا مسیح کی پرستش سے یا گائے کے طفیل سے یا ویدوں کے ایمان سے باوجود مخالفت اور دشمنی اور نافرمانی اس رسول کے" یعنی رسول اللہ کے "طاعون دُور ہو سکتی ہے تو یہ خیال بغیر ثبوت کے قابل پذیرائی نہیں۔ پس جو شخص ان تمام فرقوں میں سے اپنے مذہب کی سچائی کا ثبوت دینا چاہتا ہے تو اب بہت عمدہ موقع ہے"۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو اعلان کر دیا تھا کہ میں اور میری جماعت جو میرے گھر میں ہیں محفوظ رہیں گے تو آپؑ نے فرمایا کہ اب تم لوگ میرے مقابل پر کھڑے ہو تو تم سارے اگر دعا کی قبولیت کے قائل ہو تو میں طریقہ بتا دیتا ہوں اُس طرح دعائیں کرو۔ سارا ہندوستان کلیۃً آج اس بلا سے بچ جائے گا۔ وہ ترکیب یہ ہے:

"پس جو شخص ان تمام فرقوں میں سے اپنے مذہب کی سچائی کا ثبوت دینا چاہتا ہے تو اب بہت عمدہ موقع ہے۔ گویا خدا کی طرف سے تمام مذاہب کی سچائی یا کذب پہچاننے کے لئے ایک نمائش گاہ مقرر کیا گیا ہے اور خدا تعالیٰ نے سبقت کرکے اپنی طرف سے پہلے قادیان کا نام لے لیا ہے۔ اب اگر آریہ لوگ وید کو سچا سمجھتے ہیں تو ان کو چاہئے کہ بنارس کی نسبت جو وید کے درس کا اصل مقام ہے ایک پیشگوئی کر دیں کہ ان کا پرمیشر بنارس کو طاعون سے بچالے گا اور سناتن دھرم والوں کو چاہئے کہ کسی ایسے شہر کی نسبت جس میں گائیاں بہت ہوں مثلاً امرتسر کی نسبت پیشگوئی کر دیں کہ گاؤ کے طفیل اس میں طاعون نہیں آئے گی۔ اگر اس قدر گاؤ اپنا معجزہ دکھاوے تو کچھ تعجب نہیں کہ اس معجزہ نما جانور کی گورنمنٹ خود جان بخشی کر دے۔ اسی طرح عیسائیوں کو چاہئے"۔ جان بخشی سے مراد یہ ہے کہ قانون کے خلاف قرار دے دے کہ گائے ذبح کی جائے۔ "اسی طرح عیسائیوں کو چاہئے کہ کلکتہ کی نسبت پیشگوئی کر دیں کہ اس میں طاعون نہیں پڑے گی کیونکہ بڑا بشپ برٹش انڈیا کا کلکتہ میں رہتا ہے۔ اسی طرح میاں شمس الدین اور ان کی حمایت اسلام کے ممبروں کو چاہئے کہ لاہور کی نسبت پیشگوئی کر دیں کہ وہ طاعون سے محفوظ رہے گا۔ اور منشی الٰہی بخش اکاؤنٹنٹ جو الہام کا دعویٰ کرتے ہیں ان کے لئے بھی یہی موقع ہے کہ اپنے الہام سے لاہور کی نسبت پیشگوئی کر کے انجمن حمایت اسلام کو مدد دیں۔ اور مناسب ہے کہ عبدالجبار اور عبدالحق شہر امرتسر کی نسبت پیشگوئی کر دیں۔ اور چونکہ فرقہ وہابیہ کی اصل جڑ دلّی ہے اس لئے مناسب ہے کہ نذیر حسین اور مولوی محمد حسین بٹالوی دلّی کی نسبت پیشگوئی کریں کہ وہ طاعون سے محفوظ رہے گی۔ پس اس طرح سے گویا تمام پنجاب اس مہلک مرض سے محفوظ ہو جائے گا اور گورنمنٹ کو بھی مفت میں سبکدوشی ہو جائے گی۔ اور اگر ان لوگوں نے ایسا نہ کیا تو پھر یہی سمجھا جائے گا کہ سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔ اور بالآخر یاد رہے کہ یہ

تمام لوگ جن میں مسلمانوں کے ملہم اور آریوں کے پنڈت اور عیسائیوں کے پادری داخل ہیں چپ رہے تو ثابت ہو جائے گا کہ یہ سب لوگ جھوٹے ہیں اور ایک دن آنے والا ہے جو قادیان سورج کی طرح چمک کر دکھلا دے گی"۔ یہاں قادیان کو مؤنث فرمایا ہے آپ نے۔ "سورج کی طرح چمک کر دکھلا دے گی کہ وہ ایک سچے کا مقام ہے۔ بالآخر میاں شمس الدین صاحب کو یاد رہے کہ آپ نے جو اپنے اشتہار میں آیت ﴿اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ﴾ لکھی ہے اور اس سے قبولیت دعا کی امید کی ہے۔ یہ امید صحیح نہیں ہے کہ کیونکہ کلام الٰہی میں لفظ مُضْطَرَّ سے وہ ضرر یافتہ مراد ہیں جو محض ابتلا کے طور پر ضرر یافتہ ہوں، نہ سزا کے طور پر۔ لیکن جو لوگ سزا کے طور پر کسی ضرر کے تختۂ مشق ہوں وہ اس آیت کے مصداق نہیں ہیں۔ ورنہ لازم آتا ہے کہ قوم نوح اور قوم لوط اور قوم فرعون وغیرہ کی دعائیں اس اضطرار کے وقت قبول کی جاتیں مگر ایسا نہیں ہوا اور خدا کے ہاتھ نے اُن قوموں کو ہلاک کر دیا اور اگر میاں شمس الدین کہیں کہ پھر ان کے مناسب حال کون سی آیت ہے تو ہم کہتے ہیں کہ یہ آیت مناسب حال ہے ﴿مَا دُعَآءُ الْکٰفِرِیْنَ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ﴾ "کہ کافروں کی دعا سوائے ضلالت کے اور کسی مراد کو نہیں پہنچتی۔ (رسالہ دافع البلاء۔ روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۲۳۰۔۲۳۲)

اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض الہامات ہیں جو مَیں عرض کرتا ہوں۔ "اِنِّیْ مَعَ الرَّسُوْلِ اُجِیْبُ"۔ مَیں رسول کے ساتھ ہو کر جواب دوں گا۔

(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۱۰۶)

الہام "قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ اُجِیْبَتْ دَعْوَتُكَ. اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَالَّذِیْنَ هُمْ مُحْسِنُوْنَ" حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ترجمہ فرمایا ہے: "اللہ تعالیٰ نے تیری دعا سن لی۔ تیری دعا قبول کی گئی۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور جو نیکی کرتے ہیں۔

(تذکرہ صفحہ ۶۷۳ مطبوعہ ۱۹۶۹ء)

پھر الہام ہے "ذلیل انسان کا بیڑہ غرق ہو گیا، تیری دعا قبول کی گئی۔ جو لوگ تیری طرف توجہ نہیں کرتے وہ خدا کی طرف بھی توجہ نہیں کرتے" (تذکرہ صفحہ ۷۰۳ مطبوعہ ۱۹۶۹ء)۔ اس ذلیل شخص سے مراد ایک آریہ بدگو تھا جو برباد ہو گیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام کی روشنی میں۔

پھر ۱۴ ر اپریل ۱۹۰۷ء کا الہام ہے "اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ"۔ اس کا ترجمہ حضرت میاں بشیر احمد صاحبؓ نے یہ کیا ہے "مَیں دعا کرنے والے کی دعا کو قبول کرتا ہوں"۔

(تذکرہ صفحہ ۷۱۴ مطبوعہ ۱۹۶۹)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ۱۹۰۶ عیسوی کا ایک الہام ہے: "تیری دعا قبول کی گئی"۔

آخر پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک اُردو کی دعائیں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ فرماتے ہیں:

"اے میرے قادر خدا میری عاجزانہ دعائیں سن لے اور اس قوم کے کان اور دل کھول دے اور ہمیں وہ وقت دکھا کہ باطل معبودوں کی پرستش اس دنیا سے اٹھ جائے اور زمین پر تیری پرستش اخلاص سے کی جائے اور زمین پر تیرے راستباز اور مؤحد بندوں سے ایسی بھر جائے جیسا کہ سمندر پانی سے بھرا ہوا ہے اور تیرے رسول کریم محمد مصطفٰی ﷺ کی عظمت اور سچائی دلوں میں بیٹھ جائے۔ آمین۔

اے میرے قادر خدا مجھے یہ تبدیلی دنیا میں دکھا اور میری دعائیں قبول کر جو ہر یک طاقت اور قوت تجھ کو ہے۔ اے قادر خدا ایسا ہی کر آمین، ثم آمین۔ وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْن"۔ (تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۶۴)

اب عنقریب ہم آخری عشرہ میں داخل ہونے والے ہیں تو اسی لئے دعا کا مضمون بھی جاری رکھا گیا ہے اور مَیں امید کرتا ہوں کہ بہت کو سچی دعاؤں کی توفیق ملے گی اور خدا تعالیٰ آپ میں سے جو اعتکاف بیٹھ رہے ہیں ان کا اعتکاف قبول فرمائے۔